تفسیرِ شریف لاہیجی

سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کا مطالعہ

——————— پروفیسر کبیر احمد جائسی

شریف لاہیجی کا شمار ایران کے صفوی عہد کے مشہور مفسرین میں ہوتا ہے [۱] یہ تفسیر اصلاً فارسی زبان میں لکھی گئی ہے، مگر درمیان میں عربی زبان کی طویل عبارتیں بھی بغیر فارسی ترجمے کے موجود ہیں۔ یہ تفسیر اپنے عہد میں علم تفسیر میں شیعی نقطۂ نظر کی بہترین ترجمان ہے۔

شریف لاہیجی کی تفسیر کے مطالعے کے لیے ہم نے سورۂ فتح کی ابتدائی آیتوں کا انتخاب کیا ہے۔

"اِنَّـا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا" (الفتح – ۱) بدرستی کہ ما فتح کردیم برای تو فتحی ظاہر و ہویدا۔ جمعی از مفسران را اعتقاد این است کہ مراد از این فتح، فتح مکہ است و گفتہ اند کہ چون وقت نزول آیہ ہنوز فتح مکہ واقع نہ شدہ بود، پس تعبیر بہ ماضی اشارت بر تحقیق وقوع آن است و ایضاً گفتہ اند کہ! مراد از "اِنَّـا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا" این است کہ انا قضینا بفتح مکۃ قضاءً ظاھراً یعنی بدرستی کہ ما حکم کردیم بہ فتح مکہ برای تو حکمی ظاہر و ہویدا۔ و این توجیہات وقتی درکار است کہ نزول آیہ قبل از فتح مکہ واقع شدہ باشد۔ وحال آنکہ حدیث از حضرت امام رضا کہ در کتاب عیون اخبار الرضا مذکور است، ظاہر میشود کہ نزول آیہ بعد از فتح مکہ بودہ نہ قبل از آن۔ زیرا کہ از آنحضرت مروی است کہ فرمودند فلما فتح اللہ علی نبیہ مکۃ قال لہ یا محمد "اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا" و از این حدیث نیز مستفاد میگردد بطلان قول جمعی کہ این فتح را فتح خیبر یا فتح قلاع دیگر

حمل کردہ اند''۔

[''اِنَّـا فَتَـحْـنَـالَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا '' یقیناً ہم نے آپ کے لیے روشن وواضح فتح عطا کی۔ مفسروں کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ اس فتح سے مراد فتح مکہ ہے اوران لوگوں نے کہا ہے کہ چوں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت تک فتح مکہ واقع نہیں ہوئی تھی، لہٰذا اس فتح کی صیغۂ ماضی سے تعبیر اس کے وقوع کے متحقق ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے۔ اوران لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اِنَّـا فَتَـحْـنَـالَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا سے مراد یہ ہے کہ بلاشک ہم نے آپ کے حق میں فتح مکہ کا روشن اورواضح فیصلہ کردیا ہے۔ ان توجیہات کی اس وقت ضرورت ہے جب اس آیت کا نزول فتحِ مکہ سے قبل ہوا ہو حالاں کہ حضرت امام رضا کی اس حدیث سے جو کتاب ''عیون اخبار الرضا'' میں مذکور ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت کا نزول فتح مکہ کے بعد ہوا تھا، نہ کہ پہلے۔ کیوں کہ آں جناب سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''جب اللہ نے اپنے نبی پر مکہ کو فتح کردیا تو اللہ نے ان سے فرمایا: ''یا محمدؐ ہم نے یقیناً آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی''۔ نیز اس حدیث سے ان لوگوں کے اقوال کا بطلان بھی ہوجاتا ہے جو اس فتح کو خیبر یا دوسرے قلعوں کی فتح پر محمول کرتے ہیں]

''لِیَـغْـفِـرَلَکَ الـلّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ وَیَهْـدِیَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِیْماً'' (الفتح-۲). لِیَغْفِرَلَکَ...... وَمَا تَاَخَّرَ ''لام'' لِیَغْفِرَ لَکَ الـلّٰـهُ '' لام غایت است باین معنی کہ لام علتِ غائی فتح مکہ است بہ این طرز کہ فائدہ وغایت فتح کہ مستلزم جہاد ومقاسات بر جہاد است این است کہ بیامرزد خدای تعالیٰ تو را از تحمل اعباء جہاد آنچہ گزشتہ قبل از فتح مکہ از گناہان تو وآنچہ بعد از ان واقع خواہد شد۔ ظاہر آیہ مقتضی این ترجمہ است۔ اما چون عصمت انبیاء بہ دلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت ومتحقق است چنان چہ کثیری از اہل سنت نیز بر این قائل شدہ اند، ودر تفسیر جلالین، جلال محلی گفتہ ''مَـا تَـقَـدَّمَ مِـنْ ذَنْبِکَ وَمَـاتَاَخَّرَ'' مادلّ بعصمة الأنبیاء الصلوٰة و السلام بالدلیل العقلی القاطع مـن الـذنـوب، پس درین مقام توجیہات کردہ اند، وبعضی گفتہ اند کہ مراد از آن خلاف اولیٰ است کہ آن نظر بر انبیاء ذنب است کہ گفتہ اند '' حسنات الابرار سیّآت المقربین''

["لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ...... وَمَاتَاَخَّرَ" لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ کا لام، لام غایت ہے بایں معنی کہ فتح مکہ کی علّتِ غائی (بنیادی سبب) مغفرت ہے، یوں کہ فتح جس کے لیے جہاد کرنا اور جہاد کی تکلیفوں کو جھیلنا ضروری ہے، اس کا فائدہ اور غایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان گناہوں سے بخشتا ہے جو فتح مکہ سے قبل سرزد ہوئے ہیں یا آئندہ سرزد ہوں گے۔ اس آیت کا ظاہر اس ترجمہ کا متقاضی ہے، لیکن چوں کہ انبیا کا معصوم ہونا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ومتحقق ہے، جیسا کہ بہت سے اہل سنت بھی اس بات کے قائل ہیں اور تفسیر جلالین میں جلال محلی نے لکھا ہے: "مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ" یہ آیت اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے، کیوں کہ عقلی اور نقلی دلیلوں سے انبیا کا گناہوں سے معصوم ہونا ثابت ہے، لہٰذا اس مقام پر توجیہات کی گئی ہیں اور بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اس سے مراد خلافِ اولیٰ ہے جس کو انبیاء کے رتبے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ذنب (گناہ) کہہ دیا گیا ہے۔ چناں چہ کہا گیا ہے کہ نیکوکاروں کی نیکیاں مقربینِ بارگاہ الٰہی کی بدیاں ہیں۔]

"ودر بعضی از احادیث ائمہ ہدیٰ علیہم السلام مستفاد می شود کہ مراد ازیں "ذنب" ذنب شیعانِ حضرت پناہ وذنب شیعان امیر المومنین است کہ حق تعالیٰ پیغمبر خود را متحمل آن ساختہ وبعد از آن اجرای غفران برآن نمودہ فی تفسیر علی بن ابراہیم عن عمر بن یزید بیّاع السابری قال: قلت لابی عبد الله قول الله فی کتابه "لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ" "قال" "ماکان له ذنب ولاهمّ بذنب ولکن الله حمله ذنوب شیعة ثم غفرها له".

[ہدایت دینے والے بعض اماموں کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس (لفظ) ذنب سے جناب رسالت پناہ (ﷺ) اور امیر المومنین (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے شیعوں (مددگاروں) کے گناہ مراد ہیں جن کا حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو متحمل (بار اٹھانے والا) بنایا اور اس کے بعد اس پر مغفرت جاری فرمادی۔ علی بن ابراہیم (شیخ اقدم متوفیٰ ۳۲۹ھ) کی تفسیر میں ہے۔ عمر بن یزید بیاع السابری نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ سے اللہ تعالیٰ کے قول لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ .... وَمَا تَاَخَّرَ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے

کہا کہ ان (یعنی آں حضرت ﷺ) کا کوئی گناہ ہے اور نہ انھیں کبھی گناہ کا خیال آیا ہے لیکن اللہ نے ان کے شیعوں کے گناہوں کو ان (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے ذمہ کیا، پھر ان (یعنی گناہوں) کو بخش دیا۔]

''وحدیثی مرفوع از حضرت ابی الحسن الثالث علیہ الصلوٰۃ والسلام روایت کردہ اند **انہ سئل عن قول اللہ عز وجل "لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ .... وَمَا تَأَخَّرَ" فقال علیہ السلام وایّ ذنب کان لرسول اللہ ﷺ متقدماً ومتاخراً وانما حملہ اللہ ذنوب شیعۃ علی علیہ السلام ممن مضیٰ منھم ومن بقی ثم غفرھا اللہ لہ"**.

[اور لوگوں نے ابوالحسن الثالث سے مروی ایک حدیث مرفوع بیان کی ہے۔ ان سے اللہ تعالیٰ کے قول '' لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ .... وَمَا تَأَخَّرَ '' کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: رسول اور ان کی آل کے تمام اگلے پچھلے جو گناہ تھے اور ان شیعان علی کے گناہ جو گزر گئے اور جو باقی ہیں وہ ان (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے حوالے (یا ذمہ) کیے اور پھر ان کو بخش دیا]۔

''واز بعضی احادیث ظاہر می شود کہ مراد ازین ذنب، ذنب بہ اعتقادِ مشرکینِ قریش است کہ آن حضرت را متحمل آن می دانستند ۔ چنانچہ در کتاب عیون اخبار الرضا آوردہ کہ روزی در مجلس مامون خلیفۂ عباسی سخن در عصمت انبیا مذکور گردید: پس مامون متوجہ آن حضرت شدہ گفت یا ابن رسول اللہ **الیس من قولک ان الانبیا معصومون؟** حضرت فرمود آری معقول ومعتقد ما این است، پس مامون گفت بنابراین توجیہ آیۃ ''لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ '' چہ نوع خواہد بود؟ حضرت فرمود: ہیچ احدی نزد مشرکین مکہ از حضرت رسالت پناہ گناہ گارتر نہ بود زیرا کہ این مشرکین مدت ہائ مدیدسی صد وشصت اصنام را می پرستیدند و چون آن حضرت ایشان را بہ کلمۂ توحید دعوت نمود گفتند'' أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ'' وجمعی از ایشان قبل از فتح مکہ مسلمان شدہ از آنجا ہجرت کردہ بودند وبعضی از وقت فتح قادر بر انکار کلمۂ توحید نہ بودند، پس حق تعالیٰ ظاہر گردانید بر ایشان کہ آن حضرت را گناہی نبود، بنابراین معنیٔ ''غفران''

ظاہر گردانیدن عدم "ذنب" آن حضرت است بر کفار قریش، چہ قبل از فتح چہ بعد از آن، پس بعد ازین جواب مامون گفت۔ للہ درک یا ابالحسین۔"

[اور بعض احادیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس (لفظ) "ذنب" سے مراد مشرکین قریش کے "اعتقاد گناہ" سے ہے جس کا وہ آں حضرت ﷺ کو حامل مانتے تھے۔ چناں چہ کتاب عیون الاخبار الرضا میں آیا ہے کہ ایک دن خلیفہ مامون عباسی کے دربار میں عصمت انبیا کے بارے میں ذکر چلا، مامون آں حضرت (یعنی امام رضا) کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے ابن رسول اللہ، کیا آپ اس کے قائل نہیں ہیں کیا انبیاء معصوم ہیں؟ حضرت نے جواب دیا ہماری عقل اور اعتقاد کے مطابق یہی بات ہے۔ پھر مامون نے پوچھا اس بنا پر آیت "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" کی توجیہ کیا ہوگی؟ حضرت (امام رضا) نے جواب دیا: مشرکین مکہ کے نزدیک کوئی بھی فرد واحد آنحضرت ﷺ سے زیادہ گناہ گار نہ تھا کیوں کہ یہ مشرکین مدتِ دراز سے تین سو ساٹھ بتوں کو پوجتے رہے تھے اور جب آنحضرت (ﷺ) نے ان کو کلمۂ توحید کی دعوت دی، ان لوگوں نے کہا "کیا اس نے سب خداؤں کو ایک خدا بنا دیا، بلا شبہ یہ بات کتنی تعجب خیز ہے" اور ان (یعنی مشرکین) میں سے بہت سے لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو کر وہاں (یعنی مکہ) سے ہجرت کی تھی اور ان میں سے بعض فتح مکہ کے وقت کلمۂ توحید کے انکار پر قادر نہ تھے پس حق تعالیٰ نے ان لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ آں حضرت (ﷺ) نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا اسی وجہ سے (لفظ) غفران کے معنیٰ آں حضرت ﷺ کا "عدم ذنب" (گناہ کا سرزد نہ ہونا) کفارِ قریش پر ظاہر کرنا ہے، چاہے وہ فتح (مکہ) سے پہلے ہو چاہے بعد میں۔ اس جواب کے بعد مامون نے کہا: اے ابالحسن سب خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں (یعنی آپ نے درست فرمایا]

"وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وتمام گرداند نعمت خود بر تو"

[وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ، اور تا کہ اپنی نعمتیں آپ پر تمام کر دے]

"وَيَهْدِيَكَ صِرَاطاً مُّسْتَقِيماً، وتا بنماید تو را راہ راست در تبلیغ رسالت و در اقامت بر مراسم ریاست"

[وَيَهْدِيَكَ صِرَاطاً مُّسْتَقِيماً ، اورتا کہ آپ کو رسالت کی تبلیغ کے لیے راہ راست اور ریاست (حکومت) کے مراسم (ادا کرنے) پر استقامت دکھائے]

"وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْراً عَزِيْزاً ، (الفتح-۳) ونصرت دہد تو را خدای تعالیٰ نصرت دادنی نیکو، "عزیز" چنان چہ بہ معنیٰ غلبگی آمدہ ہم چنین "عزیز" بہ معنیٰ نفیس وقلیل الوجود وقلیل النظیر آمدہ"

[وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْراً عَزِيْزاً ، اوراللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائے، دینے والی بہترین کامیابی اور چناں چہ (لفظ) "عزیز" غالب ہونے کے معنیٰ میں آیا ہے اسی طرح (لفظ) "عزیز" نفیس، کم یاب اور کم نظیر کے معنوں میں بھی آیا ہے]

"هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِي قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَاناً مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْماً حَكِيْماً." (الفتح-۴)

"هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِي قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ :اوست آن خدای کہ فرو فرستاد سکون وثبوت را در میدانِ جہاد در دل ہای مومنین، در احادیثِ متکرر الورود است کہ مراد از "سکینہ" نفس ایمان است وحامل آن احادیث کتاب مستطاب کافی است"۔

[هُوَ الَّذِيْ...... اَلْمُؤْمِنِيْنَ" وہ (اللہ) ہی ہے جس نے جہاد کے میدان میں مومنوں کے دلوں میں سکون اور قرار نازل فرمایا۔ حدیثوں میں بار بار آیا ہے کہ "سکینہ" سے مراد نفسِ ایمان ہے اور وہ حدیثیں (کلینی کی) اعلیٰ کتاب کافی میں ہیں]

"لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَاناً مَّعَ اِيْمَانِهِمْ" تا آنکہ زیادہ کند ایمان فروعی را بر ایمانی اصولی۔ از ابن عباس منقول است کہ: اول چیز یکہ پیغمبر صلوات اللہ علیہ وآلہ بر امت خود تکلیف نمود، توحید بود کہ آن رکن رکین اصول دین است وبعد از آنکہ تصدیق بہ آن نمودند، امر بہ نماز وزکوۃ کرد وچون تصدیق این نیز نمودند حج وجہاد را بر ایشان فرض نمود وبعد از تصدیق بہ آن تبلیغ ولایت امیر المومنین وائمہ معصومین علیہ وعلیہم السلام بر امت فرض نمود۔ پس تصدیق نمودند پس ہر تصدیقی تصدیقِ دیگر افزود"۔

["لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَاناً مَّعَ اِيْمَانِهِمْ" یہاں تک کہ لوگ فروعی ایمان کو اصولی

ایمان سے زیادہ کریں (یعنی فروعی ایمان کو اصولی ایمان پر فوقیت دیں) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ پہلی چیز جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنی امت پر عاید فرمایا وہ توحید تھی کیوں کہ توحید اصولِ دین کا اعلیٰ ترین رکن ہے اور جب لوگوں نے اس کی صداقت کو مان لیا تو آپ (ﷺ) نے نماز اور زکوٰہ کا حکم دیا۔ اور جب لوگوں نے اس حکم کو بھی مان لیا تو آپ نے ان پر حج اور جہاد کو فرض قرار دیا۔ ان (چیزوں) کی تصدیق کے بعد امیر المومنین (مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور ائمہ معصومین علیہ وعلیہم السلام کی ولایت کی تبلیغ امت پر فرض قرار دی، پس لوگوں نے (اس کی بھی) تصدیق کردی۔ اس طرح سے ہر تصدیق پر آپ نے ایک (اور) تصدیق کا اضافہ فرمایا۔]

"وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْماً" ومر خدای راست لشکر ہای آسمانہا وزمین پس باید کہ در جہاد بہ نصرت الٰہی واثق باشید کہ اگر ضرور افتد ملائکہ آسمان وزمین را بجہت اعانت شمار خواہد فرستاد۔ وہست خدای تعالیٰ دانا بہ جمیع چیز ہا و چیز ہا مطابق مصلحت وحکمت بعمل می آورد"۔

["وَلِلّٰهِ ...... عَلِيْماً حَكِيْماً" اور زمین اور آسمانوں کے لشکر کا مالک خدا ہے اس لیے تم کو چاہیے کہ تم جہاد میں فتح مندی پر یقین رکھو۔ اگر ضرورت پڑی تو خدا زمین اور آسمان کے فرشتوں کو تمہاری مدد کے لیے ضرور بھیجے گا۔ خداوند تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور اپنی مصلحت اور حکمت کے مطابق چیزوں کو عمل میں لاتا ہے۔]

"لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا" متعلق بہ فعل مقدر است ای امر بالجہاد 'لیدخل المومنین والمومنات یعنی حق تعالیٰ مردمان را امر بجہاد کرد تا آنکہ داخل ساز دمردان مومن وزنان مومنہ را بوسیلۂ مقاسات بر جہاد وشکر گزاری برین نعمت عظمیٰ کہ جاری است از زیر اشجار وقصور آن بہشت ہا جویہای آبِ خوش گوار۔ حالکونی کہ جاوید باشند در آن"۔

[یہ آیت ایک فعل یعنی حکم جہاد سے متعلق ہے، یعنی حق تعالیٰ نے لوگوں کو جہاد کا حکم دیا، تا کہ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو جہاد کی جدوجہد یا تکلیفوں اور اس بڑی نعمت پر شکر گزاری

کے وسیلے سے (جنت میں) داخل کرے۔اُن جنتوں میں جن کے درختوں اور محلوں کے نیچے خوش گوار پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں، اس صورت سے اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں]

''وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزاً عَظِيْماً (الفتح۔۵)۔وتا آنکہ بپوشاند از ایشان بدی ہای ایشان را یعنی تا ایشان را بواسطۂ اعمال بد عقاب نہ کند وہست این ادخال جنت وتکفیر سیئات حالکونی کہ آن از جانب خدای تعالیٰ است رستگاری بزرگ''۔

[اور یہاں تک کہ ان لوگوں سے ان کی برائیوں کو چھپا لے، یعنی یہاں تک کہ ان کے برے اعمال پر عذاب نہ دے۔ اور یہ کہ جنت میں داخلہ دے اور گناہوں کو (نیکیوں) سے بدل دے۔اس صورت میں کہ یہ من جانب اللہ ہے، عظیم نجات]

''وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْراً ۔''(الفتح۔۶).

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ ای: یعذب المنٰفقین والمنٰفقٰت '' وَيُعَذِّبَ'' معطوف است بر یدخل '' کہ لام برسر آن در آید یعنی امر بجہاد کرد تا آنکہ منافقان بہ اختیار خود تغافل در امر جہاد ورزند وخدای تعالیٰ عذاب کند مردانِ منافق وزنان منافقہ را ''والمشرکین والمشرکٰت'' ومردان شرک آرندہ وزنان شرک آرندہ را۔ چون شر منافق نسبت بہ مومن اکثر واعظم است بنابراین ذکر منافق در این آیہ ودر امثالِ آن مقدم شدہ۔ ''الظانین باللہ'' آن منافقان ومشرکانی کہ گمان بردہ اند بہ خدای عالمیان ''ظن السوء'' گمان امری کہ آن بد است۔از جملہ گمان کردند کہ حق تعالیٰ نصرت پیغمبر خود نخواہد کرد، چنان چہ بعد ازین می آید کہ '' بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ ۔(الفتح۔۱۲) وامثالِ این ظنون باطلہ ، ''علیهم دائرة السوء'' بر ایشان است در دنیا عذابِ امرِ بد کہ گمان کردند بہ خدای تعالیٰ۔'' وغضب اللہ علیهم'' وغضب کرد خدای تعالیٰ بر ایشان ''ولعنهم'' ودور کرد ایشان را از رحمت

خود "واعدلهم جهنم" وآمادہ ساخت در آخرت برای ایشان دوزخ را۔ مضمون جملۂ "وغضب الله علیهم" تا آخر معطوف شدہ بر مضمون جملۂ سابقہ، یعنی آنچہ ایشان مستحق آن شدہ اند در آخرت، معطوف شدہ بر چیزی کہ ایشان مستحق آن شدہ اند در دنیا و چون لعن متفرع بر غضب است و اعداد جہنم متفرع بر لعن، بنا براین کلمۂ واو در "وَلَعَنَهُمْ" و در "اَعَدَّلَهُمْ" بجای فا واقع شدہ بہ این معنی کہ غضب کرد خدای تعالیٰ بر ایشان، پس لعن کرد ایشان را و چون لعن کرد ایشان را، پس دوزخ را بہ جہت ایشان مہیا گردانید، لیکن ایراد کلمۂ "فــا" نہ کرد، اشارت براین کہ کل واحد ازاین امور مستقل اند در وعید بدون اعتبار سببیت ومسببیت، وَسَاءَتْ مَصِيْراً، وبد جای بازگشت است دوزخ"۔

[وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ اس وجہ سے کہ "ویعذب" معطوف ہے "یدخل" کا، کیوں کہ اس کے اوپر لام ہے (یعنی لیدخل) یعنی اللہ نے جہاد کا حکم دیا تاکہ منافقین اپنی مرضی سے جہاد کے سلسلے میں غفلت برتیں اور اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافقہ عورتوں پر عذاب (نازل) کرے "والمشرکین والمشرکات" اور شرک کرنے والے مردوں اور عورتوں کو (عذاب دے) چوں کہ منافقوں کا شر مومنین کے مقابلے میں زیادہ ہے اس لیے اس آیت اور اس جیسی دوسری آیتوں میں منافقون کا ذکر پہلے ہوا ہے "الظانّین بالله" وہ منافقین اور مشرکین جنھوں نے عالموں کے مالک کے بارے میں اٹکلیں[۲] لگائی ہیں۔ "ظن السوء" ایسی بات کی اٹکل جو کہ بری[۳] ہے۔ ان میں ایک اٹکل ان کی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو فتح عطا نہ فرمائے گا۔ جیسا کہ اس کے بعد آتا ہے کہ "بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ" (کوئی نہیں تم نے تو خیال کیا تھا کہ پھر کر نہ آئے گا رسول اور مسلمان اپنے گھر[۴]) اور اسی طرح کی دوسری بے ہودہ اٹکلیں "علیهم دائرة السوء" ان پر امر بد (انجام دینے) پر دنیا میں عذاب ہے کیوں کہ انھوں نے خدا کے سلسلے میں اٹکل لگائی اور خدا تعالیٰ نے ان پر اپنا غضب (نازل) فرمایا۔ "ولعنهم" اور ان کو اپنی رحمت سے دور (یعنی محروم) کر دیا۔ "واعدّلهم جهنم" اور ان کے لیے آخرت میں جہنم کو بنایا۔ جملہ "وغضب الله

علیھم" کا آخر تک کا مضمون سابقہ جملے پر معطوف ہوا (ہے) یعنی وہ کچھ جس کے آخرت میں یہ لوگ مستحق ہوئے اس بات پر معطوف ہوا ہے کہ یہ لوگ دنیا میں اسی کے مستحق ہوئے ہیں اور چوں کہ "لعن، غضب" (یعنی غصہ) پر منحصر ہے اور جہنم کی تیاری "لعن" پر۔ اسی وجہ سے حرف "واو "ولعنھم" اور "واعدلھم" میں بجائے "فا" کے واقع ہوا ہے (یعنی آیا ہے) ان معنوں میں کہ خداوند تعالیٰ نے ان پر غصہ کیا، پس ان پر لعنت کی اور جب ان پر لعنت کی، پھر اس نے ان لوگوں کے لیے جہنم تیار کر دی، لیکن اس نے لفظ "فا" کا استعمال نہیں کیا (یہ اس بات کی طرف) اشارہ ہے کہ وعید کے سلسلے میں سببیت اور مسبّبیت کے بغیر ہی ان امور میں سے ہر ایک امر مستقل ہے۔ "وساءت مصیرا" اور واپس جانے کے لیے دوزخ بہت بھیانک ۵ جگہ ہے۔

"وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" ومر خدای راست لشکرہای آسمان وزمین، وجہ تکرار اشارت براین است کہ حق سبحانہ وتعالیٰ را ہم جنود رحمت است وہم جنود عذاب، پس ذکر این عبارت دراول بجہت آن کردہ کہ تا معلوم شود کہ حق تعالیٰ برای مومنین لشکر رحمت می فرستد ودرین جا بجہت آن اعادہ نمودہ کہ تا بدانند کہ حق تعالیٰ قادر است بر انزال لشکر عذاب بہ کافران"۔

[اور آسمان اور زمین کے لشکروں کا مالک اللہ ہی ہے اس بات کو دہرانا اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس رحمت کے لشکر بھی ہیں اور عذاب کے بھی۔ پس شروع میں ہی اس بات کا ذکر اللہ نے اس لیے کیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ مومنوں کے لیے رحمت کا لشکر بھیجتا ہے اور اس جگہ اس بات کا اللہ تعالیٰ نے اعادہ اس لیے کیا ہے کہ لوگ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں پر عذاب کا لشکر بھیجنے پر قادر ہے]

"وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزاً حَكِيْماً" (الفتح۔۷) وکان اللہ عزیزا وہست خدای تعالیٰ غالب برہمہ۔ "حکیما" صانع بروجہ حکمت ومصلحت، پس در ہر موضع کہ مصلحت وحکمت تقاضای انزالِ جنود رحمت کند، نازل می سازد جنود رحمت را، وہر جا کہ حکمت تقاضای انزال عذاب کند، نازل می گرداند جنودِ عذاب را"۔

[" وکان الله عزیزا" اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے۔ "حکیما" حکمت اور مصلحت کی بنیاد پر (چیزوں کو) بنانے والا۔ پس ہر اس موقع پر جب حکمت، رحمت کے لشکر کو نازل کرنے کا تقاضا کرتی ہے وہ رحمت کے لشکر کو نازل کرتا ہے اور ہر اس موقع پر جب حکمت عذاب کے لشکر کی متقاضی ہوتی تو وہ عذاب کے لشکر کو نازل کرتا ہے]

"اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِيْراً" (الفتح۔۸) "اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِداً" بدرستی کہ ما فرستادیم تو را بر جمیع عالمیان از جن و انس حالکونیکہ گواہ باشی بر اقوال و افعال ایشان"۔ "وَمُبَشِّراً" ودر حالتی کہ مژدہ دہندہ باشی بدخولِ جنت آنان را کہ قبول امر و نہی کنند "وَنَذِيْراً" وحالکونیکہ بیم کنندہ باشی بعذاب الیم آنان را کہ در معرض قبول در نیایند"۔

["اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِداً" بے شک ہم نے آپ کو تمام جنوں اور انسانوں کے لیے بھیجا تاکہ آپ ان کے اقوال اور افعال پر گواہ رہیں "وَمُبَشِّراً" اور اس حالت میں کہ آپ ان لوگوں کو جنت میں داخل ہونے کی خوش خبری دینے والے ہوں، جو حکم کو مانیں اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے باز رہیں "وَنَذِيْراً" اور درین صورت آپ لوگوں کو سخت عذاب سے ڈرانے والے ہوں جو ایمان نہیں لاتے]

"لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً" (الفتح۔۹) "لِتُؤْمِنُوا" لام متعلق بہ ارسال است، یعنی ارسال تو را سبب این ست تا آنکہ تصدیق کنید ای سامعان وای مکلفان۔ "بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" مر خدای تعالیٰ و مر فرستادۂ او محمد مصطفیٰ را صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ۔ "وَتُعَزِّرُوْهُ" وتقویت کنید رسول خدا را "وَتُوَقِّرُوْهُ" و توقیر کنید و بزرگ شناسید او را "وتسبحوه" و بہ پاکی یاد کنید خدای تعالیٰ را۔ ارجاع ضمیر "تعزروه" و "توقروه" بر رسول و "وَتُسَبِّحُوْهُ" بر خدای تعالیٰ بنا بر آنکہ تسبیح بغیر از جناب الٰہی را شائستہ نیست موافق گفتہ سید مرتضی، رضی اللہ عنہ است کہ در کتاب تنزیہ الانبیا تصریح نمودہ وبعضی کہ ہر سہ ضمیر را راجع بہ خدای تعالیٰ گرفتہ اند باید کہ تقویت خدای تعالیٰ و توقیر خدای تعالیٰ را بہ معنی تقویت و توقیر پیغمبر او یا بہ معنی تقویت و توقیر دین او گرفت تا معنی صحیح باشد۔ "بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً" در صبح و شام و می تواند کہ "بکرة و اصیلا" کنایہ از دوام تسبیح باشد"۔

["لتومنوا (کا) لام (آپؑ کے) بھیجے جانے سے متعلق ہے، یعنی آپؑ کے (دنیا میں) بھیجے جانے کا سبب یہ ہے کہ (اے محمد ﷺ کے) مخاطبو اور مکلفو (آپؑ کی) تصدیق کرو "باللہ ورسولہ" تصدیق کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے بھیجے ہوئے (رسول) محمد مصطفیٰ صلوات اللہ تعالیٰ وآلہ (جن پر اور جن کی آل پر اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے) کی۔ "وتعزروہ" اور رسول خدا (ﷺ) کی طاقت بڑھاؤ "وتوقروہ" اور عزت کرو اور عظیم سمجھو ان کو (یعنی رسول اللہ ﷺ کو) "وتسبحوہ" اور پاکی کے ساتھ یاد کرو۔

"تعزّروہ" اور "توقّروہ" کی ضمیریں رسول اللہ (ﷺ) کی طرف اور "تسبّحوہ" کی اللہ کی طرف راجع ہوتی ہیں "تسبیح، جیسا کہ سید مرتضیٰؒ نے تنزیہ الانبیا میں صراحت کی ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے شایان شان نہیں ہے اور بعض لوگوں نے تینوں ضمیروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع قرار دیا ہے۔ چاہیے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تقویت اور توقیر سے اس کے پیغمبر کی تقویت اور توقیر یا اس کے دین کی تقویت اور توقیر مراد لی جائے، تا کہ صحیح معنی (حاصل) ہو۔ "بکرۃ واصیلا" یعنی صبح وشام۔ ہوسکتا ہے کہ "بکرۃ واصیلا" ہمیشہ کی تسبیح کا کنایہ ہو]

"اِنَّ الَّـذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهَ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ . فَمَنْ نَکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ . وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْراً عَظِیْماً" "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ" بدرستی آنانکہ بیعت می کنند باتو درتحت شجرہ "اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ" جزاین نیست کہ بیعت می کنند باخدای تعالیٰ زیرا کہ مقصود از بیعت پیغمبر تحصیل رضای الٰہی است "یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ" حالکونیکہ قدرت خدای تعالیٰ ونصرت خدای تعالیٰ مر پیغمبر خود را بالای قدرت ہا ونصرت ہای ایشانست "فَمَنْ نَکَثَ" پس ہر کہ نکث بیعت کند وآن بیعت را بشکند "فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ" پس جز این نیست کہ می شکند این بیعت را بر نفس خود، یعنی ضرر ایں نکث بیعت عاید بر نفس خود اوست وبر دیگری اصلاً ضرر نمی رسد"۔ وَمَنْ اَوْفٰی" وہر کہ وفا کند "بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰه" بر آنچہ عہد کردہ است و بیعت نمودہ است برآن باخدای تعالیٰ "فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْراً عَظِیْماً" پس زود باشد کہ بدہد

خدای تعالیٰ اور امزد بزرگ وثوابی بسیار"۔

["اِنَّ الَّـذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ" بلاشک وہ لوگ جو درخت کے نیچے آپ کی بیعت کررہے ہیں "انـمـا یـبـایـعـون الله" وہ لوگ سوائے اللہ تعالیٰ کے (کسی کی) بیعت نہیں کررہے ہیں، کیوں کہ پیغمبر (ﷺ) کی بیعت سے ان کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے "یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ" دریں حال کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مدد اپنے پیغمبر کی قدرت اور مدد کے اوپر ہے۔۸

"فَـمَـنْ نَـکَـثَ" پس ہر وہ شخص جو کہ بیعت کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اس بیعت کو توڑتا ہے "فَـاِنَّـمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ" پس یہ (بیعت شکنی) بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ وہ اس کو اپنے نفس پر توڑتا ہے یعنی اس بیعت شکنی کا نقصان خود اس کے نفس پر ہوتا ہے، اصلاً کسی دوسرے کو اس کا نقصان نہیں پہونچتا" وَمَـنْ اَوْفٰـی" اور ہر وہ شخص جو کہ وفا کرتا ہے (یعنی بیعت پر قائم رہتا ہے)"بِمَا عَاهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهُ" اس چیز پر جس پر اس نے اللہ سے وعدہ کیا ہے اور بیعت کی ہے "فَسَیُـؤْتِیْـهِ اَجْـراً عَظِیْماً" پس جلد ہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑی اجرت اور بہت ثواب دے گا۔]

"حفص موافق ابن محیص "عَـلیهُ الله" رابضم ہای ضمیر خواندہ۔ علی بن ابراہیم گوید کہ آیہ "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ" تا آخر کہ آنرا "آیت الشرط" گویند در نزول موخر بود از آیہ کہ مشتمل بر بیعت رضوان است۔

پس در تالیف قرآن مخالفت با ترتیب نزولی کردند اول آیہ "اِنَّ الَّـــذِیْـــنَ یُبَـــایِـعُـوْنَکَ" را تا آخر آوردہ اند و بعد از ایراد آن، آیاتِ متعددۂ بیعت رضوان راند کور ساختند کہ آن آیہ "لَـقَـدْ رَضِـیَ الـلّٰـهُ عَـنِ الْـمُـؤْمِـنِیْـنَ اِذْیُبَـایِعُوْنَکَ تَـحْـتَ الشَّــجَـرَةِ" (الفتح۔۱۸) است و واقع ونفس الامر نیز تقاضای این می کند کہ اول مقدمۂ بیعت مذکور شود و بعد از آن حکم آن بیعت را بیان کنند کہ "اِنَّ الَّـذِیْـنَ یُبَـایِعُوْنَکَ اِنَّـمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ......" تا آخر و قاضی ناصر الدین بیضاوی علیہ مایستحقہ گفتہ کہ الا یہ...... یعنی آیہ "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ" نزلت فی بیعت الرضوان.

گویند کہ در حدیبیہ، حضرت رسالت پناہؐ جمعی از قبائل عرب را کہ در نواحیٔ مدینہ بودند ترغیب و تحریص بر فاقت و موافقت خود و ایشان از محاربہٴ قریش متوہم شدہ راہ تخلف پیش گرفتند و حق تعالیٰ پیغمبر خود را خبر داد کہ چون از این سفر مراجعت نمائی و مدینہ را بقدومِ شریف خود زینت بخشی''۔

'حفص نے ابن محیص کے مطابق ''علیـہ اللـہ'' میں ''ہ'' کی ضمیر کو پیش سے پڑھا ہے۔علی بن ابراہیم کہتے ہیں ''اِنَّ الَّـذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ '' والی پوری آیت کو ''آیت الشرط'' کہتے ہیں (یہ آیت) بیعت الرضوان والی آیت کے بعد نازل ہوئی تھی۔

اسی وجہ سے جمع وتدوین۹ قرآن کے وقت لوگوں نے نزولی ترتیب کی مخالفت کی۔لوگوں نے پہلے ''اِنَّ الَّـذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ '' والی پوری آیت کو لکھا اور اس کو بیان (بہ معنیٰ نقل) کرنے کے بعد بیعت الرضوان والی آیت کو لکھا جو یہ ہے ''لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ ...... تَـحْـتَ الشَّجَرَۃِ'' (الفتح۔۱۸) اور موقع اور نفس الامر بھی اس بات کا متقاضی تھا کہ سب سے پہلے بیعت رضوان کا ذکر کیا جائے اس کے بعد اس بیعت کے حکم کو بیان کیا جائے ''یعنی'' ان الذین یبایعونک'' الی آخرہ ۔قاضی ناصرالدین بیضاوی، اُس پر وہ ہو جس کا وہ مستحق ہے۱۰، نے کہا ہے کہ آیت یعنی ''ان الـذیـن یبـایـعـونک'' والی آیت بیعت الرضوان کے وقت نازل ہوئی ہے۔

کہتے ہیں کہ آں حضرتﷺ نے (صلح) حدیبیہ سے پہلے مدینہ کے گردونواح میں رہنے والے تمام عرب قبیلوں کو ساتھ دینے اور موافقت کرنے کی ترغیب وتحریص کی تھی (مگر) وہ لوگ قریش سے جنگ کرنے سے گھبرا گئے اور انھوں نے (آپ کا ساتھ دینے میں) آنا کانی کی۔(بعدازاں) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اطلاع دی کہ جب آپ سفر سے واپس ہوں گے اور مدینہ کو اپنی تشریف آوری سے زینت بخشیں گے]

سَیَقُوْلُ لَکَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَھْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْلَنَا یَقُوْلُـوْنَ بِـاَلْسِنَتِهِمْ مَا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ لَکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئاً اِنْ اَرَادَ بِـکُـمْ ضَـراً اَوْ اَرَادَ بِـکُمْ نَفعاً بَلْ کَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْراً'' (الفتح۔۱۱) ''سَیَقُوْلُ

لَکَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ" زود باشد کہ زبان باعتذار کشودہ بگویند تو را پس ماندہ شدگان۔ "شَغَلَتْنَا اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا" مشغول ساخت واِلٰ مارااز موافقت تو مال ہای ماوزنان وفرزندان ما، زیرا کہ ہیچ کس نہ بود کہ قایم مقام ماشدہ غم خواریٔ اہل ماو مال ما کند۔ "فَاسْتَغْفِرْلَنَا يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَالَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ" پس از گناہ تخلف، آمرزش طلب برای ما، می گویند این متخلفان بزبان ہای خود مانند طلب آمرزش چیزی را کہ نیست دردلہای ایشان پس آنچہ درباب اعتذار بہ عرض می رسانند از روی نفاق وسراسر کذب است۔ "قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً" بگو محمد درجواب ایشان، پس کیست کہ مالک شوداز برای شماوتواند کہ دفع کند از حکم خدای تعالیٰ چیزی را۔ "اِنْ اَرَادَبِكُمْ ضَرّاً اَوْاَرَادَ بِكُمْ نَفْعاً" اگر خواہد برای شماضرری یا خواہد برای شما سودی وچون استفہام این جا انکاری است پس خلاصۂ معنی این است کہ اگر خدای تعالیٰ ارادہ نفع یا ضرر داشتہ باشد بہ شما، ہیچ کس نہ خواہد بود کہ قادر باشد بررفع ودفع آن، بنابراین تخلف شما بجہت غم خواریٔ اہل ومال وجہی ندارد، چہ ہرگاہ مشیت وحکم الٰہی تعلق برانہدام بنیان اہل ومال شا بگیرد بودن ونہ بودن شما اصلاً ومطلقاً فائدہ ئی نخواہد بخشد "بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْراً بلکہ ہست خدای تعالیٰ با آنچہ می کنید شما داناو بیناومی داند تخلف شما نہ از جہت مراعات اہل ومال بودہ"۔(۱۱)

[سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ تو جلد ایسا ہوگا کہ پیچھے رہ جانے والے صحرانشین عرب عذر ومعذرت کی زبان کھولیں گے (اور کہیں گے)"شَغَلَتْنَا اَمْوَالُنَاوَاَهْلُوْنَا" ہم کو ہمارے مال اور بیوی بچوں نے آپ کا ساتھ نہ دینے میں مبتلا رکھا کیوں کہ ہمارا کوئی قایم مقام نہ تھا جو کہ ہمارے مال اور بیوی بچوں کی دیکھ ریکھ کرتا۔ "فَاسْتَغْفِرْلَنَا يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَالَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ" پس ہمارے پیچھے رہ جانے والے گناہ پر ہماری بخشش طلب فرمایئے۔ یہ پیچھے رہ جانے والے لوگ مغفرت کی طلب کی طرح جو باتیں اپنی زبان سے کرتے ہیں ایسی کوئی بات ان کے دلوں میں نہیں، پس یہ لوگ عذر ومعذرت میں جو کچھ کہتے ہیں وہ نفاق کی رو سے (کہتے ہیں) اور سراسر جھوٹ کہتے ہیں "قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً" اے محمد (ﷺ) ان کے جواب میں فرمایئے

پس (یہ بتلاؤ) وہ کون ہے جو تمہارا مالک بنے اور (وہ کون ہے) جو اللہ تعالیٰ کی حکم کردہ کسی چیز کو دفع کر سکتا ہے؟ "اِنْ اَرَادَ بِکُمْ ضَرّاً اَوْ اَرَادَ بِکُمْ نَفْعاً" اگر وہ چاہتا ہے تمہارا نقصان یا چاہتا ہے تمہارا فائدہ۔ اور چوں کہ اس جگہ استفہام انکاری (سوال جس کا جواب نفی میں ہو) ہے اس لیے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم کو نفع یا نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہوگا تو کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو اس کو رفع کرنے اور دفع کرنے پر قادر ہو اس لیے تمہارا پیچھے رہ جانا گھر کے لوگوں اور اموال کی دیکھ ریکھ کے کوئی معنی نہیں رکھتا، کیوں کہ جس وقت بھی اللہ کی مشیت اور حکم تمہارے گھر والوں اور اموال کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کا ہوگا (وہاں) تمہارا رہنا نہ رہنا حقیقتاً قطعی کوئی فائدہ نہ پہونچائے گا۔ "بَلْ کَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْراً" بلکہ تم لوگ جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا اور جانتا ہے کہ تمہارا پیچھے رہ جانا گھر والوں اور اموال کی وجہ سے نہیں تھا] بلکہ......

شریف لاہیجی کے انداز تفسیر کو سمجھنے کے لیے مذکورہ بالا گیارہ آیتوں کی تفسیر کافی ہوگی۔ اس مطالعے کے آخر میں ہم شریف لاہیجی کے پیش کردہ صرف تین نکات پر تھوڑی سی روشنی ڈالتے ہوئے اپنی بات ختم کر دیں گے۔ میں شیعہ اور سنی جتنے علما کی تفسیریں دیکھ سکا ہوں سب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ سورۂ فتح، فتح مکہ سے قبل صلح حدیبیہ کے بعد جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ واپس تشریف لے جا رہے تھے، نازل ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں مجھ کو شریف لاہیجی وہ واحد شیعہ مفسر نظر آ رہے ہیں جو امام رضا کے حوالے سے اس بات کے قائل ہیں کہ سورۂ فتح کا نزول فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔ ان کا یہ جملہ خاص طور سے قابل غور ہے:

"از حدیث حضرت امام رضا کہ در کتاب عیون اخبار الرضا مذکور است ظاہر می شود کہ نزول آیہ بعد از فتح مکہ بود نہ قبل از آن زیرا کہ از آن حضرت مروی است کہ فرمودند **فلما فتح الله علی نبیه مکة قال له: یا محمد" انا فتحنا لک فتحا مبینا"**.

[حضرت امام رضا کی اس حدیث سے جو کتاب "عیون اخبار الرضا" میں مذکور ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت کا نزول فتح مکہ کے بعد ہوا تھا نہ کہ پہلے، کیوں کہ آنجناب (امام رضا) سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب اللہ نے اپنے نبی پر مکہ کو فتح

کر دیا تو اللہ نے ان سے فرمایا: اے محمد، ہم نے آپ کو یقیناً کھلی ہوئی فتح عطا کی]

یہاں پر اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ "عیون اخبار الرضا" ایک عربی کتاب کا نام ہے جس کو ابن بابویہ (معروف بہ شیخ صدوق) نے امام رضا کے حالات میں تحریر کیا ہے۔ ابن بابویہ کا اصل نام شیخ ابوجعفر محمد بن علی (قمّی) ہے جو شیخ صدوق کے لقب سے معروف ہیں۔ ان کا شمار اہم ترین شیعہ فقہا میں ہوتا ہے۔ جس کتاب پر ان کی شہرت کا دارومدار ہے وہ "من لا یحضرہ الفقیہ" ہے۔ شیخ صدوق کا ۳۸۱ھ میں رَے میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ دوازدہ امامی حضرات کے آٹھویں امام، امام رضا کی وفات ۲۰۳ھ میں ہوئی تھی۔ اس طرح امام رضا اور شیخ صدوق کی وفات کے درمیان پورے دو صدیوں کا فاصلہ ہے۔ ہم کو اس بات کا علم نہیں ہو سکا کہ شیخ صدوق نے کن مآخذ سے مدد لیتے ہوئے اپنی کتاب 'عیون اخبار الرضا' مرتب کی ہے۔ ممکن ہے کوئی دوازدہ امامی عالم اس موضوع پر روشنی ڈال سکیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شریف لاہجی یا یوں کہا جائے کہ شیخ صدوق امام رضا کے حوالے سے جملہ مفسرین (خواہ وہ شیعہ ہوں یا سنی) سے اختلاف کرتے ہوئے سورۂ فتح کے نزول کا زمانہ فتح مکہ کے بعد کا مانتے ہیں۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ہم نے متعدد دوازدہ امامی مفسروں کی تفسیروں کا مطالعہ کیا، خاص طور سے تفسیر ابوالفتوح رازی میں اس نکتہ کو تلاش کرنے کی کوشش، کی لیکن اس میں نہ تو امام رضا کا حوالہ ملا نہ شریف لاہجی اور شیخ صدوق کی تصدیق ہوسکی۔

شریف لاہجی اور ابوالفتوح رازی کی تفسیروں کا تقابلی مطالعہ کرتے وقت یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ چھٹی صدی ہجری کے شیعہ مفسر ابوالفتوح رازی نے تو سورۂ فتح کی پہلی آیت کی تفسیر لکھتے وقت بہت سے سنی مفسروں کی رایوں کو بھی نقل کیا ہے جن میں سے چند اہم نام یہ ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجمع بن حارثہ الانصاریؒ، جابرؓ، قتادہؒ، براء بن عازبؓ، ابوالقاسمؒ، زجاجؒ، مجاہدؒ، شعبیؒ، مقاتلؒ، سلیمانؒ، ضحاکؒ، حسن بصریؒ، حسین بن فضیلؒ، محمد بن جریر طبریؒ، عطا خراسانیؒ اور سہیل بن عمر۔ مگر گیارہویں صدی ہجری کے شیعہ

مفسر شریف لاہیجی نے کسی ایک بھی سنی مفسر کا نام نہیں لیا ہے۔ آگے چل کر شریف لاہیجی نے ایک آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی کا نام لیا بھی ہے تو ان پر تبرا بھیجا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ گیارہویں صدی تک آتے آتے ایران میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان کس حد تک فاصلہ بڑھ چکا تھا۔ امام رضا کے حوالے سے شریف لاہیجی نے جو بات لکھی ہے اگر اس پر کوئی دوازدہ امامی عالم تحقیق کر کے اپنے نتائج فکر سے آگاہ کریں تو یہ ایک بڑی علمی خدمت ہوگی۔

سورۂ فتح کی تفسیر کا مطالعہ کرتے وقت مجھ کو جس چیز نے خلجان میں مبتلا کیا وہ ''ذنب'' اور ''عدم ذنب'' کی بحث ہے۔ میں جتنی زیادہ سے زیادہ تفسیروں کا مطالعہ کرتا گیا میری الجھن کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی گئی۔ کسی مفسر نے، خواہ وہ شیعہ ہو یا سنی، اس بات کی جرأت تو نہیں کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے استعمال کیے ہوئے لفظ ''ذنب'' کو بدلنے کی کوشش کرے، مگر اس لفظ کی تفسیر کرتے وقت ہر مفسر چبا چبا کر گفتگو کرتا ہے۔ کہیں ''ذنب'' کا ترجمہ خطا کیا جاتا ہے تو کہیں لغزش۔ جن مفسرین نے اس کا سیدھا ترجمہ ''گناہ'' کیا ہے وہ گناہ کو امت کا گناہ قرار دیتے ہیں۔ ایک محترم مفسر نے تحریر فرمایا ہے کہ چوں کہ جماعت کی لغزش یا خطا کا ذمہ دار جماعت کا سربراہ سمجھا جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے امت کے گناہ کو رسول اللہ ﷺ کا گناہ کہا ہے اور خوش خبری سنائی ہے کہ سارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے گئے۔ اس سلسلے میں صلاح الدین یوسف صاحب نے ''ذنبِ رسول'' کی اس طرح تاویل کی ہے:

[''اس سے مراد ترکِ اولیٰ والے معاملات یا وہ امور ہیں جو آپ نے اپنے فہم واجتہاد سے کیے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند فرمایا، جیسے عبداللہ ابن ام مکتوم وغیرہ کا واقعہ...''][۱۲]

اللہ معاف فرمائے، مجھ کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے مفسروں کی مجبوری یہ ہے کہ وہ نہ تو فرمودۂ باری تعالیٰ سے صرف نظر کر سکتے ہیں اور نہ وہ اس بات ہی کے قائل ہو سکتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ سے ''ذنب'' کا صدور ہو سکتا ہے۔ اس لیے سورہ فتح کی دوسری آیت کی تفسیر میں ہمارے مفسرین کی بحثوں سے اس کا کوئی قطعی اور واضح مفہوم سامنے نہیں آتا۔

شریف لاہجی کا یہ جملہ بھی ہماری فہم سے بالاتر ہے، وہ لکھتے ہیں:

''تا آنکہ زیادہ کند ایمان فروعی را بر ایمان اصولی''

[یہاں تک کہ فروعی ایمان کو اصولی ایمان سے زیادہ کر دے، یعنی بڑھا دے]

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو شریف لاہجی کی تفسیر اپنے زمانے کی عکاس نظر آتی ہے۔ اس زمانے میں سنی مخالفت اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ سنیوں کی کسی تحریر کو اپنی تحریر میں نقل کرنا گوارا نہ تھا۔ اگر کہیں کسی سنی عالم یا مفسر کا حوالہ ملتا ہے تو وہ صرف اس سے اختلاف کرنے اور اس پر لعنت بھیجنے کے لیے ہوتا ہے، جب کہ اولین فارسی شیعہ تفسیر، (تفسیر ابوالفتوح رازی) سنی مفسروں تو کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کے حوالے سے مزین ہے۔

حواشی و مراجع

۱ شریف لاہجی کی حیات اور علمی خدمات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی علی گڑھ، اپریل-جون ۲۰۰۶ء میں راقم کا مقالہ ''شریف لاہجی - حیات اور خدمات'' ص۱۰۳-۱۱۲۔

۲ شیخ الہند نے 'ظن' کا ترجمہ اٹکل کیا ہے جو مجھ کو 'گمان' اور 'گمانِ بد' سے بہتر معلوم ہوا۔ میں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

۳ فارسی لفظ 'بد' کا ترجمہ 'برا یا بری' سے مکمل طور پر واضح نہیں ہوتا۔ افسوس ہے کہ اردو میں برا یا بری کے علاوہ کوئی اور لفظ نہیں ہے۔

۴ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن۔

۵ یہاں 'بد' کا اس سے بہتر ترجمہ ممکن نہیں۔

۶ لغت نامہ دہخدا میں ''حالکونی کہ'' کے معنیٰ ''درحالیکہ'' اور ''درصورتی کہ'' درج ہیں۔ ہم نے اس لفظ کا یہاں ترجمہ ''تا کہ'' کیا ہے۔

۷ مرتضیٰ الشریف یا شریف مرتضیٰ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ بغداد میں ۳۵۵ھ ق میں پیدا ہوئے اور بغداد ہی میں ۴۳۶ھ ق میں ان کا انتقال ہوا۔ شیعوں کے مشہور عالم ہیں۔

۸ یہ ترجمہ بلکہ ہر ترجمہ فارسی عبارت کے مطابق ہے۔

۹ اردو زبان میں قرآن کے لیے 'تالیف' کا لفظ نامناسب معلوم ہوتا ہے اسی لیے ہم نے جمع وتدوین کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۱۰ اصلاً لعنۃ اللہ علیہ لکھنا چاہتے ہیں مگر خوفِ فسادِ خلق سے ڈر کر مرموز تبرّا پر اکتفا کیا ہے۔

۱۱ یہ ''و'' زائد ہے۔

۱۲ ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی، حواشی صلاح الدین یوسف، ص ۱۴۴۲۔

ماہنامہ اردو بک ریویو

اردو دنیا کا ایک منفرد رسالہ

اہم مشمولات:

- اردو دنیا میں شائع ہونے والے متنوع موضوعات کی کتابوں پر تبصرے اور تعارف
- اردو کے علاوہ انگریزی اور ہندی کتابوں کا تعارف و تجزیہ
- ہر شمارے میں نئی کتابوں (New Arrivals) کی مکمل فہرست
- یونیورسٹی سطح کے تحقیقی مقالوں کی فہرست
- اہم رسائل وجرائد کا اشاریہ (Index)
- وفیات (Obituaries) کا جامع کالم
- شخصیات: یادرفتگاں
- فکر انگیز مضامین ——— اور بہت کچھ

صفحات: 96 فی شمارہ: 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون 100 روپے (عام) طلبا: 80 روپے

کتب خانے و ادارے: 120 روپے تاحیات: 5000 روپے

پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال: 200 روپے، دیگر ممالک: 15 یو ایس ڈالر

رابطہ URDU BOOK REVIEW Monthly
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel,
Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002
Ph:(O) 23266347 (R) 22449208
Website:urdubookreview.com Email:ubr@maktoob.com